سرکاری و نیم سرکاری رزق کی داستان

قسط-اول

ہم کوشش کرتے ہیں رزق کمانے کی، مگر بہت سے مسائل راہ روک لیتے ہیں۔ ایسے ہی کچھ مسائل اور انکے حل کی جانب آپکی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں، تاکہ آپ بھی اُن لوگوں کی مدد کر سکیں، جو رزق کی تلاش میں دربدر ہیں مگر انہیں راستہ نہیں ملتا۔

ایک طالبعلم نے غربت میں زندگی گزار کر تعلیم حاصل کی۔ تعلیم مکمل ہونے کے بعد اُسنے سرکاری نوکری تلاش نہیں کی، بلکہ کسی دکان پر بیٹھ کر کام سیکھا، اپنی انا کو ایک طرف رکھ کر چند دن مزدوری کی اور یوں وہ اس قابل ہوگیا کہ کاروبار کی دنیا میں قدم رکھ سکے۔

ایک امیر طالبعلم نے تعلیم حاصل کی۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد اُس نے سرکاری نوکری کی تلاش شروع کر دی۔ خاندان کے افراد اعلی عہدوں پر فائز تھے، اس لیے اُسے محنت نہیں کرنی پڑی اور جلد ہی سفارش نے اُس کا ہاتھ تھام لیا۔ اب وہ ایک سرکاری ملازم ہے۔

ایک کم امیر طالبعلم نے تعلیم حاصل کی، سرکاری و نجی اداروں میں نوکری کی درخواست دیتا رہا لیکن سفارش تھی نہ رشوت۔ پس اُسے نوکری نہ مل سکی۔ معاشرے میں اعلی مقام بنانے کی خواہش نے اُسے کسی دکان پر، کسی رکشے پر یا

چائے کی ہٹی پر کام کرنے کی اجازت نہ دی۔ وہ ہر وقت اپنی انا کی خاطر بہت کچھ سوچتا ہوا وقت ضائع کرتا رہا اور بالاخر اُس نے بے شمار سبق تو سیکھ لیے مگر رزق نہ کما سکا۔

ایک اور طرح کے طالبعلم نے جب تعلیم مکمل کی تو اُس نے رزق پانے کی ہر جگہ کوشش کی۔ مگر کسی طرف سے کوئی جواب نہ آسکا تو تھک ہار کے بیٹھ گیا اور انتظار کرتا رہا کہ کب خدا راستہ دے اور کب وہ رزق تک پہنچے۔ اس انتظار میں بہت وقت گزر گیا۔ شادی کی عمر بھی رخصت ہوئی۔ اب جا کے اُس نے رزق کا در کھلا دیکھا مگر اب عمر گزر چکی تھی۔

ایسے بہت سے معاملات آپ کے عزیز و اقربا، دوست احباب کے ساتھ پیش آئے ہوں گے۔ سب نے بہت کوشش کے بعد یا سفارش و رشوت کے بعد رزق حاصل کیا ہو گا۔ یہ داستان ان سب کی ہے، جو اس راہ میں اچھا خاصا خوار ہوئے۔ جنھوں نے زمانے کی تہمتیں سنیں، گھر والوں کے گلے شکوے سنے اور سن رہے ہیں، لیکن تا حال رزق کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔

رزق اور نوکری میں فرق

عموماً ہمارے ہاں رزق اور نوکری میں فرق نہیں کیا جاتا۔ میں وسعت اللہ خان کے انداز میں بات کرنے کی کوشش کر رہا ہوں اس لیے آپ کو میری بات بغور سننا چاہیے۔

ہم نوکری تلاش کرتے ہیں، رزق تلاش نہیں کرتے۔ ایک صاحب کسی فقیر کے در پہ گئے۔ جا کر عرض کی، مجھے نوکری نہیں ملتی۔ فقیر ماڈرن زمانے کا درویش تھا۔

اُس نے پوچھا؛ رزق مل رہا ہے؟

جی ہاں، صاحب نے جواب دیا۔

پھر نوکری کیوں چاہیے؟ جب رزق مل رہا ہے، گزارہ چل رہا ہے، پھر کیوں نوکری کرنی ہے؟

جناب، کل میری ضرورتیں بڑھ جائیں گی، اسلیے مجھے نوکری چاہیے تاکہ مزید کما سکوں۔

فقیر نے بغور صاحب کو دیکھا اور کہا؛ آپ کی طلب بھی جائز ہے۔ اگر ایسا ہے تو کوشش کیجیے کہ آپکو نوکری مل جائے۔ مگر اللہ پر آپ اعتراض مت کیجیے گا، کیونکہ اُس نے رزق دینے کی زمہ داری لی ہے، جسے وہ بخوبی انجام دے رہا ہے۔

محفل میں بیٹھے ایک طالبعلم نے کہا؛ رزق سے آپکی کیا مراد ہے؟ فقیر نے جواب دیا؛ کھانے کو مل جاتا ہے، کچھ نہ کچھ کرایہ وغیرہ بھی ہوتا ہے، تم بھوکے نہیں سوتے، یہی رزق ہے۔

لیکن وہ صاحب، سرکاری رزق کی تلاش میں تھے۔ اس لیے انہیں تو یہ بات پلے نہ پڑی۔ سرکاری رزق کی داستان بھی سن لیجیے۔ ہمارے معزز اساتذہ اور افسران، جو سرکاری نوکریاں کرتے ہیں اور جنہیں پنجاب حکومت یا پاکستان حکومت کی طرف سے ماہانہ رزق ملتا ہے۔ ایسے صاحبان "سرکاری رزق والے" کہلاتے ہیں۔ کیونکہ انہیں ایک جیسی آمدنی ہر مہینے یسر آتی ہے جس میں کمی بیشی ممکن نہیں۔ جبکہ جو لوگ خدا پر اعتماد کرکے کسی کاروبار میں ہاتھ ڈالتے ہیں یا دکان چلاتے ہیں تو ان کی ماہانہ آمدن نہیں ہوتی۔ انہیں روزانہ کی بنیاد پر رزق ملتا ہے، جس میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ اب اس کمی بیشی کو انسان برداشت نہیں کرتا۔ بیشی کو برداشت کرلیتا ہے، مگر کمی کو بالکل بھی نہیں برداشت نہیں کرسکتا۔ اس کمی کو برداشت کرنے کے لیے صبر چاہیے، اور شکر چاہیے۔ یہ صبر و شکر اگر اللہ عطا کرے تب ہی بات بنتی ہے۔ خیر ہم زرا صوفیانہ رنگ میں لکھ رہے ہیں، واپس پٹڑی پر آتے ہیں۔

انسان کی زندگی فکسڈ نہیں ہوتی۔ دوست کل مر گئے میں آج مر جائوں۔ کچھ ایسا حال ہے۔ اس عجیب سی زندگی میں، جس کا کوئی سر پیر نہیں، کوئی مدت معین نہیں، ہم "سرکاری رزق" کیوں تلاش کرتے ہیں؟

یہ سوال اہم ہے۔ مجھ سے پہلے بہت سے دانشوڑ اس پر لکھ چکے ہوں گے، مگر میں نے انہیں پڑھا ہی نہیں، میں اپنی رائے دیتا ہوں۔ اور وہ یوں ہے کہ۔۔۔ چونکہ انسان ہر چیز کی گارنٹی طلب کرتا ہے۔ یہ موٹر سائیکل ہے، اسکی کیا گارنٹی ہے، یہ مشین ہے، موبائل ہے، وغیرہ۔ غرض گارنٹی والی چیز کو انسانی دماغ قبول کرتا ہے۔ سرکاری رزق کی گارنٹی ہے کہ ہر مہینے ملے گا۔ اگر ہر مہینے آپکو نہیں ملا تو پھر پورے محکمے کو نہیں ملے گا۔ یوں ہر صورت مل جانے کی امید ہوتی ہے، بلکہ گارنٹی ہوتی ہے۔ جبکہ نیم سرکاری رزق میں ایسی کوئی گارنٹی نہیں ہوتی۔ بس خدا نے چاہا تو ملے گا، یہاں بات ختم ہو جاتی ہے۔ چونکہ ہم نیم سرکاری رزق کے عادی نہیں ہوتے، ہمارا ذہن اس پیٹرن کو قبول ہی نہیں کر رہا ہوتا، لہذا ہم اسے قبول نہیں کرنا چاہتے۔

اب بات کرتے ہیں، ہمارا ذہن اس نیم سرکاری رزق کو قبول کیوں نہیں کرتا؟ کیونکہ یہ پیغمبرانہ طریق ہے، یہی احسن طریق ہے اور اس احسن طریقے کو احسن لوگ ہی قبول کرتے ہیں۔ کاروبار، جسے ہم تجارہ کے معنی میں لیتے ہیں، نو حصے رزق کا حامل ہے۔ یہ میں نہیں کہہ رہا، دنیا کے ٹاپ سکالر، سائنسدان اور پیغمبر آخر زماں، محمد رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ ہر پیغمبر نے تجارۃ کو پسند فرمایا ہے۔ اس کی پسندیدگی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں رزق معین نہیں، فکسڈ نہیں۔ مل گیا تو ٹھیک نہ ملا تو صبر۔ یہ کیفیت پیغمبرانہ ہے، پھر درویشانہ۔

دوسری اہم بات جو ہمیں سرکاری رزق کی طرف مائل کرتی ہے؛ وہ ہے اعتماد۔ جس چیز پر سال ہا سال کا اعتماد ہوا سے انکھیں بند کر کے خرید لینا انسان کی عادت ہے۔ میں تے ہنڈا ای لے ساں۔۔۔ یہ اُس کمپنی پر اعتماد کی علامت ہے، جو سال ہا سال کے تجربے سے پایہ تکمیل کو پہنچا ہے۔ یوں ہم نے اپنے سرکاری بزرگوں کو دیکھا، وہ سب سرکاری رزق

پر اعتماد رکھتے ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ خدا رزق دے نہ دے، حکومت پنجاب انہیں ہر مہینے رزق دے گی۔ میری اس بات پر غور کیجیے گا، یہ ہمارے لاشعور کی آواز ہے۔ یہ ہر سرکاری افسر کے لاشعور کی آواز ہے۔ شاید یہ اُن کی آزمائش ہو کیونکہ ایک بار سرکاری نوکری ملی تو پھر سرکاری رزق باآسانی ملتا رہتا ہے۔ یوں سرکاری ملازم دوسروں کی طرح، جتن نہیں کرتے۔ انہیں آسانی ہوتی ہے۔ مگر انکا اعتماد حکومت پنجاب پر زیادہ ہوتا ہے اور خدا پر کم۔ شاید خدا انکا اعتماد ہی چیک کرتا ہے، شاید یہ ان کی آزمائش ہے، اوراس آزمائش میں بہت سے سرکاریوں کو فیل ہوتے دیکھا گیا ہے، گو ان کی زندگی "کامیاب" کہلاتی ہے۔

قسط۔ دوئم

رشوت میں برکت ہے

ہم نے رشوت کی تعریف تلاش کرنے کی بے سُود کوشش کی، چند ایک سے کام چلا لیجیے۔ [۱] حصول رزق کی خاطر جس اہم ترین وسوسے سے واسطہ پڑتا ہے اُسکا نام رشوت ہے۔ [۲] دعا و التجا اور کوشش کے بعد سب سے زیادہ کارآمد چیز "رشوت" کہلاتی ہے۔ [۳] راشی اور مرتشی کے مابین بغیر کسی رسید کے رقم کی منتقلی کو رشوت کہا جاتا ہے۔

پانی کے بعد جس بے رنگ، بے بُو، بے ذائقہ چیز کا ذکر ملتا ہے وہ ہے رشوت۔ یہ ہر چیز میں باآسانی گھل مل جاتی ہے۔

رشوت، نوٹ کی صورت آشکار ہوتی ہے۔ پانی کی مانند یہ بے رنگ، بے بُو، بے ذائقہ ہے مگر راشی کے ہاتھ میں اسکا رنگ، بُو، ذائقہ بدل جاتا ہے۔ مادیت پرستی کے اس دور میں، رشوت ہی واحد غیر مادی شئے ہے جس پر مکمل اعتماد کیا

جا سکتا ہے ۔ غیر مادی ہونے کے باوجود اس کے کئی نام ہیں اور اسے طلب کرنے کے کئی طریقے ہیں ۔ معروف ناموں کی فہرست میں "تحفہ، دال روٹی، خرچہ پانی، جیب گرم کیجیے، کچھ دے دلا کر، کچھ نہ کچھ، ٹکدی گل مکاؤ وغیرہ" شامل ہیں ۔ رشوت طلب کرنے کے کچھ خاص الفاظ ہیں جنہیں خاص موقعوں پر ادا کیا جاتا ہے مثلاً "مہنگائی بہت ہے، گزارہ مشکل ہوگیا ہے، ہمیں بھی اُوپر والوں کو جواب دینا پڑتا ہے، کام جلدی ہو جائے گا، آپکو بار بار چکر لگانے کی ضرورت نہیں وغیرہ وغیرہ"۔

نکاح میں ایجاب و قبول کی طرح، راشی اور مرتشی میں بھی ایجاب و قبول ہوتا ہے ۔ رشوت اور نکاح کے ایجاب و قبول میں فرق بس اتنا ہے کہ دوران نکاح، نکاح نامے کی صورت ایک ایف آئی آر لکھی جاتی ہے، جسکا مقصد شوہر کی تاعمر قید مسلسل جبکہ رشوت طلب کرتے وقت ایسی کسی رسید کی ضرورت نہیں پڑتی۔ یہ واحد معاملہ ہے جو بغیر تحریر کے نہایت ایمانداری سے انجام پاتا ہے ۔

معائدے کو تحریر کرنے کا رواج کب متعارف ہوا؟

خدا کے حضور ایک صاحب کھڑے ہوئے ۔ خدا نے اُن سے باتیں کی اور پھر کہا، تم اب واحد انسان ہو۔ میں چاہتا ہوں تمہاری اولاد ہو، تم زمین پر راج کرو۔ پس اپنے ہاتھ کشادہ کرو، میں تمہیں تمہاری زریت دکھا دوں ۔ صاحب نے فوراً معصوم بچے کی مانند خدا کے سامنے ہاتھ کھول دیے ۔ پھر دیکھا کہ ہاتھ میں ان گنت زرات چمک رہے ہیں ۔ اُن میں سے ایک زرہ بہت ہی زیادہ چمک رہا تھا ۔ صاحب نے پوچھا؛ اے خدا یہ کیا ہے ؟ جواب ملا یہ تیری اولاد میں سے، مگر ہے نہایت زکی عقل اور ہر معاملے میں میری طرف پلٹنے والا ۔ صاحب کو اُس زرے پر پیار آگیا، پوچھا اس زرے کا کیا نام ہے ؟ خدا نے کہا : اسکی آواز بہت پیاری ہے، یہ داؤد کہلائے گا ۔ صاحب بہت متاثر ہوئے، اتنا پارسا اور اس قدر

خوبصورت آواز کا حامل ایک زرہ۔ پھر خدا سے پوچھا؛ اے خدا اس کی عمر کتنی ہے؟ خدا نے کہا ساٹھ برس۔ صاحب پریشان ہو گئے۔ کہا، اس زرے میں اتنی خوبیاں ہیں مگر اتنی کم عمر کیوں؟ میں اپنی عمر میں سے چالیس برس اسے دیتا ہوں۔ خدا نے کہا منظور ہے۔ پھر صاحب کی وفات کا وقت آن پہنچا۔ وہی فرشتے حاضر ہوئے اور کہا؛ جانے کا وقت ہو گیا ہے۔ صاحب نے کہا: اتنی جلدی؟ ابھی میری عمر کے چالیس سال باقی ہیں۔ فرشتوں نے کہا: آپ نے وہ چالیس برس داؤد کو دے دیے تھے، یاد کیجیے۔ صاحب نے کہا: مجھے کچھ یاد نہیں، بس اتنا یاد کہ تب ہزار برس کی عمر مجھے دی گئی تھی۔ بس یہی یاد ہے، یہی یاد ہے۔ تب خدا نے فرشتوں سے کہا؛ اب ہم جو معائدہ کریں گے لکھا کریں گے۔ یوں تحریر متعارف ہوئی۔ شاید لوح محفوظ تب ایجاد ہوا جب جناب آدم نے اولاد کو دیے ہوئے چالیس برس بھلا دیے۔ مگر رشوت دیتے اور لیتے وقت کسی قسم کا معائدہ نہیں لکھا جاتا تاکہ خدا کی پہنچ سے دُور رہے۔

رشوت یا سفارش کے بغیر سرکاری نوکری نصیب نہیں ہوتی۔ اس بات کا رونا چند روز پہلے اعلیٰ عدلیہ نے سر محفل رویا۔ تب شاید انٹی کرپشن والوں نے کوئی جلوس نکالا تھا، جسکا مقصد تھا "رشوت مکاؤ"۔ رشوت مُکانے پر ایک سچی بات یاد آ رہی ہے۔

ڈپٹی ایجوکیشن نے استانیوں کی میٹنگ بُلائی۔ گول میز کی ہر جانب استانیاں بیٹھ گئیں۔ ڈپٹی نے بھاشن دیا، کافی طویل بھاشن، جس میں سکولوں کی کارکردگی اور طلباء کی رہنمائی پر بات کی گئی۔ دو گھنٹے جاری رہنے والی اس میٹنگ کے اختتام پر ڈپٹی ایجوکیشن نے استانیوں سے کہا: آپ فلاں کلرک کو فائلیں جمع کروا دیں تاکہ وہ ہیڈ آفس میں جمع کروا سکے۔ یہ سن کر ایک استانی نے اپنا پرس نکالا اور چند روپے میز پر رکھ دیے۔ اُسے دیکھ کر دوسری استانی نے پھر تیسری نے پیسے نکال کر میز پر رکھے۔ ڈپٹی یہ سب دیکھ رہی تھی۔ اُس نے دیکھا کہ استانیوں نے نہایت ایمان داری سے، سارے پیسے جمع

کیے اور ایک ہیڈ مسٹرس کو تھما دیے۔ ڈپٹی نے جب یہ صورتحال دیکھی تو اُس نے پوچھا؛ یہ رقم کس لیے جمع ہوئی؟ ہیڈ مسٹرس نے کہا: کلرک کو فائلیں دینی ہیں، یہ اُسکی فیس ہے۔

یہ واردات ہمارے تعلیمی اداروں میں جاری و ساری ہے۔ سب اساتذہ و استانیاں اور دیگر سرکاری افسران وملازمین نہایت ایمانداری سے رشوت جمع کرتے ہیں اور پھر مرتشی کی جیب میں ڈال دیتے ہیں۔ صرف رشوت پر بس نہیں کی جاتی، گاہے گاہے کلرک حضرات کو تحفے تحائف بھی دیے جاتے ہیں، خاص طور پر زنانہ سرکاری سکولوں میں، اُستانیاں ، کلرک حضرات کو خوش رکھنے کے چکر میں تحفے تحائف ضرور پیش کرتی ہیں۔ جناب عمر رضی اللہ عنہ کو جب تحفہ پیش کیا گیا توانہوں نے یہ کہہ کرانکار دیا کہ آج یہ تحفہ ہے، کل یہ رشوت کہلائے گا۔

سرکاری افسر اپنے مستقبل کی فکر نہیں کرتے

ہر ضلع میں اے جی آفسز کی کارکردگی دیکھ لیجیے۔ ان دفاتر میں رشوت کے بغیر کام نہیں ہوتا۔ والد صاحب ریٹائرڈ ہو گئے، اب انہوں نے اپنی پنشن جاری کروانی ہے تو اے جی آفس کے کلرک کو رشوت دیے بغیر کام نہیں ہو سکتا۔ بیسیوں گریڈ کا سرکاری ملازم جب ریٹائر ہوتا ہے، اُسے بھی اپنی جائز کمائی پانے کے لیے رشوت دینا پڑتی ہے۔ انیسیوں گریڈ کا سرکاری ملازم اگر دروان ملازمت مرجائے تو اُس کی اولاد، اے جی آفس والوں کو رشوت دے کر اپنا جائز حق حاصل کرتی ہے۔ یہ انیسیوں، بیسویں گریڈ کے سرکاری افسر کیا اس قدر جاہل ہیں؟ یہی ملازمین اپنے بچوں کو "مستقبل بناؤ" کا بھاشن دیتے ہیں۔ لیکن اپنے مستقبل کی فکر نہیں کرتے۔ اتنے بڑے بڑے سرکاری افسر اپنا مستقبل کیوں

نہیں بناتے؟ انہیں خوب پتہ ہے کہ ریٹائر ہونے کے بعد انہیں اپنے ہی محکمے کو رشوت دینا پڑے گی۔ انہیں علم ہے کہ اگر یہ دوران سروس مر گئے تو ان کی اولاد اے جی آفس میں ذلیل و رسوا ہو گی۔

پھر کیوں یہ عالیٰ دماغ افسران اپنے مستقبل کی فکر نہیں کرتے؟ کسی روز آپ اے جی آفس کا چکر لگائیں، ریٹائرڈ ڈاکٹر حضرات ایک معمولی کلرک کی منتیں کر رہے ہوں گے، کسی کونے میں سکول کا ہیڈ ماسٹر یا پرنسپل بیٹھے ہوں گے۔ رشوت دی سوا الگ، تذلیل ہوئی الگ۔

یہی سرکاری افسران، دوران سروس تمام اختیارات کے حامل ہوتے ہیں۔ دوران سروس یہ چاہیں تو اسی نظام کو بہتر بنا سکتے ہیں تاکہ ریٹائر ہونے کے بعد باعزت پینشن حاصل کر سکیں۔ مگر افسوس، سرکاری سطح پر ایک بھی ایسی تحریک نہیں جو اپنے ہی محکمے کی کرپشن کے خلاف ہو۔ یوں تو ہم نت نئی آرگنائزیشن بناتے رہتے ہیں، کیوں نہ چند ایمان دار افسران مل بیٹھ کر ایک ایسی ہی بے نام سی تحریک بنا لیں، جسکا مقصد دوسرے سرکاری افسران کو رشوت کی لعنت سے نجات دلانا ہو؟

رشوت کی بات چلی ہے تو آپ سے ایک سچا واقعہ کہتا چلوں۔ نئی نئی موٹر سائیکل خرید کر ہم سفر فرما رہے تھے کہ پولیس والوں نے روک لیا۔ ٹریفک وارڈن تب نہیں ہوتے تھے یا بعد کی ایجاد ہے۔ پولیس والے نے کاغذ طلب کیے، ہم نے بتایا کہ نئی موٹر سائیکل لی ہے اس لیے کاغذات نہیں ملے۔ پولیس والے نے کہا: چالان تو ہو گا، ضرور ہو گا۔ تم پچیس کلومیٹر میں سفر کر سکتے ہو، یہاں تک آتے آتے پچاس کلومیٹر ہو گئے۔ اُس نے اپنی کاپی نکال لی اور کچھ لکھنے ہی والا تھا کہ ہم نے کہا۔۔۔ چالان کر دیجیے۔ جس پر پولیس والے کو شک ہوا کہ شاید ہم سمجھدار واقع ہوئے ہیں۔ اُسے کیا معلوم کہ زندگی میں پہلی بار ہمارا چالان ہو رہا ہے۔ پولیس والے نے کہا؛ موٹر سائیکل یہاں کھڑی کرو اور جھنگ برانچ میں جا کر

چالان کی فیس جمع کرواٸو۔ یہ کہہ کر اُس نے ایک پرچی ہمیں تھما دی جس پر کچھ نہیں لکھا تھا۔ ہم نے کہا؛ صاحب اتنی دُور سے آئے ہیں۔ اب پچاس کلومیٹر دور جاکر چالان جمع کروائیں گے تو آج شام تک واپس نہیں آ سکتے۔ جس پر پولیس والے کو رحم آگیا اور اُس نے ہم سے تین سو روپے طلب کیے اور کہا میں خود چالان فیس جمع کروادوں گا۔ ہم نے کہا : زیادہ ہیں۔ بولا مہنگائی بہت ہے اور پھر اُوپر بھی دینے ہوتے ہیں۔ مہنگائی تو ہمارے ہاں بھی بہت تھی۔ مگر یہ اُوپر کی بات کچھ سمجھ نہ آئی۔ اُوپر کس کو دینے ہوتے ہیں؟ اللہ میاں کو؟

یہ ہمارا پہلا چالان اور پہلی رشوت تھی۔ موٹر سائیکل پر بیٹھ کر جب ہم نے چند کلومیٹر کا سفر طے کر لیا تو بیک سیٹ پر بیٹھے دوست نے کہا؛ یار ایک بات سمجھ نہ آئی۔۔۔ اگر گاڑی کا نمبر ہی نہ ہو تو چالان کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ بات میرے دوست کو تب سمجھ نہ آئی جب ہم رشوت پولیسیے کو تھما رہے تھے۔ مگر اُس نے حوصلہ دیا کہ اب چلتے چلو، کیونکہ چالان پر چالان نہیں ہوتا۔ ہاں تو ہم پولیس کے اُوپر والوں کی بات کر رہے تھے۔

پولیس کے اُوپر والے

ان اُوپر والوں کی وجہ سے نیچے والے ذلیل ہوتے ہیں۔ پولیس کے اہلکار نہایت ایمانداری سے رشوت کا کچھ حصہ اُوپر والوں کو منتقل کرتے ہیں۔ میں نے لفظ "ایمان داری" پر خاصا زور دیا ہے۔ یہ اہلکار اپنی ڈیوٹی کرتے ہوئے ایمان دار نہیں ہوتے، مگر جب رشوت کی بات ہو، فوراًانکی ایمان داری جاگ جاتی ہے۔ حالانکہ دھوپ میں کھڑا ایک اہلکار اگر کسی سے پانچ سو روپے رشوت لے لیتا ہے، تو اُوپر والے کو کیسے خبر ہوئی کہ اس نے پانچ سو لیے ہیں؟ بتانا یہ چاہتے ہیں کہ اُوپر

والوں کو چکما دیا جا سکتا ہے نا۔ مگر یہ اہلکار ایمان داری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ایسے ہی خیال آیا، کسی دن اُوپر والوں سے پوچھ لیا جائے۔۔۔جناب ہم جو رشوت نیچے والوں کو دیتے ہیں وہ آپ تک پہنچ رہی ہے ؟

قسط۔ سوم

اچھی سفارش مومن کو نقصان نہیں دیتی۔

یونہی خیال آیا، چند روپے کے عضو اگر من کی مُراد پوری ہو جائے تو روپے دینے میں کیا قباحت ہے ؟ جائز کام کروانے کے لیے اگر کچھ رقم دے دی جائے تو اس میں کیا بُرائی ہے ؟ آجکل پیسے کی کیا اوقات، اس بے اوقات چیز کو مزید بے اوقات کی طلب میں ضائع کر دینے سے نقصان کیسا ؟۔ دور ہی ایسا ہے، رشوت کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ اگر کچھ کرنے کے لیے صرف "رشوت" ہی طلب کی جائے تو انکار کیوں کریں ؟ اگر انکار کریں گے تو کوئی اور رشوت دے کر کام کروا لے گا۔ ایسا ہے کہ نہیں ؟ زمانے کے انداز بدلے گئے، نیا راگ ہے ساز بدلے گئے۔ ایک بدل نہ سکی تو سوچ نہ بدلی۔ ذہن اب بھی دائروں کا طواف کرتا ہے، دماغ اب بھی جھاڑیوں میں پناہ گاہ ڈھونڈتا ہے۔

خدا نے کہا؛ حرام میں شفا نہیں۔

میرا رزق اگر میرا مقدر ہے تو مجھے کسی ایسے طریقے سے نہیں مل سکتا جسے خدا نے حرام قرار دیا ہو۔ چاہے زمانہ لاکھ اپنی روش بدلے، میں اپنے جائز رزق کی طلب میں ناجائز رابطے بڑھا کر کبھی بھی اُس رزق تک نہیں پہنچ سکتا جو میری پیدائش کے پانچ ماہ پہلے میرے ماتھے پر لکھ دیے گیا۔ مگر یہ یقین کی بات ہے۔ بے یقینی کے اس دور میں جہاں محبتیں شکوک کی شاخ نازک پہ آشیاں بنا کر ہمسفر سے ہزار عہد و پیماں کرتی ہیں، وہاں یقین کی کیا وقعت۔ اگر بغیر یقین زندگی گزر سکتی

ہے تو یقین جیسی شئے کو طلب ہی کیوں کیا جائے ؟ اگر شکوک و شبہات کے سہارے جیون بتایا جا سکتا ہے تو بے یقینی کا علاج تلاش کرنے کی کیا ضرورت ۔ دائروں پر تحقیق، جھاڑیوں کی تلاش مگر یقین پر شکوک و شبہات کو ترجیح دینے والا یہ انسان اولاد پیدا کرتے وقت بھی شک میں رہتا ہے، ہوگی بھی یا نہیں ۔ ایسے شک سے جنم لینے والی اولا خاک یقین تک پہنچے گی ۔

بروقت رزق کی فکر

سوال یہ ہے کہ انسان کو پریشانیاں، مصائب، اور دکھ تکالیف بن مانگے ملتی ہیں مگر خوشی حاصل کرنے کے لیے کوشش کرنا پڑتی ہے ۔ کیا یہی معیارِ عدلِ پروردگار ہے ؟ اگر کوشش ہی ترک کر دی جائے، جستجو مٹا دی جائے، فکر چھوڑ دی جائے تو کیا رزق ہم تک بغیر کسی واسطے کے پہنچ سکتا ہے جیسے قوم موسیٰ تک پہنچا تھا ؟ یا ہمیں کوشش و ریاضت کے سبب ہی رزق دیا جاتا ہے ۔

جنگل کے جانور عقل و شعور سے عاری ہیں، مگر شیر اپنے شکار کے لیے منصوبہ بناتا ہے، کسی ہرن کی تلاش میں سفر کرتا ہے اور پھر اُسے دبوچنے کی خاطر جسم تھکا دیتا ہے، تب اُسے اپنا رزق ملتا ہے ۔ یہ تو نہیں ہوتا کہ ہرن خودبخود شیر کے پاس پہنچ کر کہے؛ بھائی صاحب آپکا کھانا حاضر ہے ۔

I Tried

ایک انگریزی فلم مار دھاڑ سے شروع ہوتی ہے ۔ گلی کی نکر میں ایک بوڑھا شخص، فٹ پاتھ پر لیٹا ہوا ہے ۔ اس کے اردگرد کچھ سامان بکھرا ہے جبکہ ایک کشکول سامنے دھرا ہے ۔ اُس کشکول کی بائیں جانب ایک بورڈ پر لکھا ہے؛ "I Tried"

میں نے کوشش کی، مگر میں اپنے رزق تک نہیں پہنچ سکا۔

کوشش کرنے کے باوجود؟

کوشش کرنے کے باوجود اگر رزق نہ ملے تو کیا کرنا چاہیے؟ نبی کریم صل اللہ علیہ وسلم نے اس سوال کا جواب دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سلوا اللہ من فضلہ فإن اللہ عزوجل یحب ان یسال" اللہ سے اُسکا فضل مانگو، کیونکہ اللہ تعالی اُس شخص سے محبت کر بیٹھتا ہے جو اُس سے اُسکا فضل مانگتا ہے۔ "وافضل العبادۃ انتظار الفرج" اور افضل ترین عبادت کشادگی/خوشحالی کا انتظار کرنا ہے۔ (سنن ترمذی۔ حدیث نمبر ۳۵۷۱)

رزق کے تلاش میں انتظار اور اللہ سے سوال کرنا، افضل ترین عبادت ہے۔ نبی کریم ﷺ اس دعا سے اللہ کا فضل مانگتے تھے؛

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ وَرَحْمَتِكَ، فَإِنَّهُ لَا يَمْلِكُهَا إِلَّا أَنْتَ

رزق جس کی تحویل میں ہے اسی سے طلب کیا جا سکتا ہے۔ رزق اللہ کی ملکیت ہے۔ ہم اللہ سے سوال کر سکتے ہیں۔ بار بار التجا کر سکتے ہیں تاکہ وہ ہمیں کشادگی عطا کرے۔ میں اور آپ بخوبی جانتے ہیں کہ خدا سے اُسکا فضل مانگنا اور انتظار کرنا آسان نہیں۔ اس دوران محلے کا وہ فرد بھی آپکو مشورہ دیتا ہے جسکی اپنی بیوی دوسروں کے مشورے پر چلتی ہے۔ ہر طرف سے طعنہ زنی ہوتی ہے۔ عبادت ہے، دوران عبادت شیطان تو آئے گا۔

شیطان آئے گا آپکو یہ بتانے کہ اگر تم اسی طرح اللہ سے اسکا فضل مانگتے رہے تو مفلس رہ جاؤ گے، الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ، تمہیں فقر و فاقہ گھیر لے گا۔ جبکہ وَاللَّهُ يَعِدُكُم مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا اللہ تمہیں اپنے فضل کا اور مغفرت کا یقین دلا رہا ہے۔ مایوسی کی اس

دلدل میں جہاں شیطان اور خدا دونوں ہی ہمیں حکم دے رہے ہوتے ہیں، وہاں ہم خدا کو چھوڑ کر شیطان کی اطاعت کرتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے بڑے، باپ دادا، معاشرہ، رسم و رواج سب ہمیں یہی سکھاتے ہیں کہ کیسے شیطان کی عبادت کی جاتی ہے، کیسے ہم خدا سے دُور رہ سکتے ہیں۔

لکھاری: محمد عثمان خاں

http//:usmankhan.wordpress.com